خدا تعالیٰ بندے کے حسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہے

ہمیشہ خدا تعالیٰ کا فضل بچاتا ہے نہ کہ انسان کے اعمال

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (التحریم: 7،8)

پھر فرمایا:

یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن کی تلاوت میں نے امریکہ کے آخری خطبہ میں بھی کی تھی اور ان آیات کے مضمون کے پیش نظر تمام ایسے متمول احمدیوں کو خصوصیت سے نصیحت کی تھی جو اپنے اموال سے اللہ کی نسبت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کے ہاتھوں سے ان کی اولادیں بھی نکلی چلی جارہی ہیں اور جو مال وہ جمع کرتے ہیں وہ ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔ یہ ایک عمومی نصیحت تھی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہاں کی جماعت کے اکثر لوگ اس میں ان معنوں میں مبتلا ہیں کہ جماعت کے چندوں پر کوئی بداثر پڑتا ہے کیونکہ یہ لوگ جو محروم ہیں ان کی ادائیگیاں ان لوگوں کے مقابل پر جو اللہ کی راہ میں ویسا ہی مال خرچ کرتے ہیں جیسا کہ خدا اُن کو عطا فرماتا ہے وہ اتنی

زیادہ ہیں کہ اگر ان کی ساری قربانیوں کو ایک طرف پھینک دیا جائے تو ایک فی صد بھی امریکہ کی جماعت کی آمد میں فرق نہیں پڑتا تھا بلکہ یہ بھی مبالغہ ہوگا ایک فیصد کہنا بھی۔ اس لئے ہرگز کوئی مالی ضرورت کا احساس نہیں تھا جس کے پیش نظر میں نے یہ خطبہ دیا۔ یہ احساس تھا کہ وہ لوگ جو بدنصیب ہیں وہ بچائے جاسکتے ہیں تو ان کو بچا لیا جائے۔

اس ضمن میں ایک اور بات جو خاص طور پر قابل توجہ ہے جو امریکہ میں بیان نہیں کی مگر اب میں اس خطبہ میں اسے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا میں یہ بھی ہدایت ہے کہ اپنی نئی نسلوں کو بچا لو اور شروع ہی سے ان کی فکر کرو اور جوان میں سے کمانے والے ہیں ان پر لازم کردو کہ وہ ضرور پہلے چندہ ادا کریں باقی باتیں بعد میں دیکھیں۔ اگر یہ کرلیں تو بہت بڑی احمدی نسلیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ کے لئے اس شر سے بچائی جاسکتی ہیں۔ امریکہ کے دورہ کے وقت بھی اور یہاں بھی ملاقات کے دوران میں نے محسوس کیا ہے کہ بہت سے احمدی بچے اور بچیاں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھے عہدوں پر نئے نئے فائز ہوئے ہیں یا فائز ہونے کی توقع رکھتے ہیں ان کے والدین کو ان کی فکر نہیں کہ اس وقت یہ اصل وقت ہے کہ ان کو سمجھایا جائے کہ تمہارا مال تم پر حرام ہے جب تک پہلے خدا کا حصّہ نہ نکالو اور اس وقت ان کے لئے آسان ہے کیونکہ نوجوان نسلیں بوڑھی نسلوں کے مقابل پر نسبتاً اپنے مزاج میں نرمی رکھتی ہیں یعنی ان کے اندر لوچ پائی جاتی ہے اور وہ مال کی محبت میں ابھی ایسا مبتلا نہیں ہوتیں۔ وہ لوگ جنہوں نے عمریں گزار دیں مال کی محبت میں ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کی اصلاح کا وقت گزر چکا ہے وہ اللہ کے حوالے، جو چاہے ان سے سلوک فرمائے لیکن نئی نسلوں کو سنبھالنا تو نسبتاً بہت آسان ہے اور بعض ان میں سے جو مجھے ملے جن کو میں نے خود یہ نصیحت کی، فوری طور پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا کہ لازماً ہم ایسا ہی کریں گے۔ ایسی مائیں بھی مجھے ملیں جن کو میں نے توجہ دلائی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے دل میں یہی تمنا اٹھ رہی ہے اور اب ہم اپنے بچے کو لازماً اس بات کا پابند کریں گی کہ اگر تم میرے بچے ہو، جیسا ماؤں کا محاورہ ہے میرا دودھ بخشوانا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اللہ کا حصّہ نکالو اور باقی چیزیں پھر جس طرح چاہو اللہ تعالیٰ توفیق دے تم اس کے مطابق خرچ کرو اور بعض ماؤں نے کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو یہ کہنا ہے کہ جو کچھ تم کماؤ گے اگر اس میں سے خدا کا حصّہ نہ نکالا تو میرا حصّہ بھی نہ نکالنا،

مجھ پر حرام ہے۔ جو تم کما کر خدا کے حصّہ میں سے بچاتے ہو وہ مجھ پر خرچ کرو یہ نہیں ہوسکتا، یہ ناممکن ہے۔ تو بہت سی خوش کن باتیں ایسی دیکھنے میں آئیں جن سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری نئی ابھرتی ہوئی نسل کو سنبھالا جاسکتا ہے اور اگر یہ نسل سنبھل جائے تو مستقبل کی ہمیں کوئی فکر باقی نہیں رہے گی۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ایک ان کے حق میں بہتا ہوا موجیں مارتا ہوا چشمہ ثابت ہوگا جس کا پانی اگلی صدیوں میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ منتقل ہوتا چلا جائے گا اور بڑھتا چلا جائے گا۔ تو اس سے بہتر تحفہ ہم اگلی صدیوں کے لئے کیا پیش کر سکتے ہیں کہ ایسی نسلیں آگے بھیجیں جو خدا کا حق نکالنے میں سب سے پہلے ہوں، سب سے بالا ہوں اور پھر اللہ ان کو توفیق بخشے اور جو لازماً بخشا کرتا ہے، کہ وہ تمام دوسرے چندوں میں بھی بہت زیادہ آگے سے بڑھ کر ہوں۔ جس کا اپنا یہ حال ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اسی بات کی تربیت نہ دیں۔ تو اس پہلو سے میں کہہ رہا ہوں کہ ایک موجیں مارتا ہوا دریا پھوٹ پڑے گا۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا یہ کہتا ہوا۔ اور اگلی صدیوں کو سیراب کرے گا۔ تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ جو لوگ میں امریکہ میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں اور وہ سب اب جو میرے مخاطب ہیں تمام دنیا کے احمدی نوجوان وہ اس جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام لیں گے اور ان کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس نیکی کا بہت لمبا اثر ہے۔ ایک نہ ختم ہونے والا فائدہ پہنچنے والا ہے اور آئندہ وقتوں میں جماعت کو اس کی بڑی شدید ضرورت پیش آنے والی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اگلے دس پندرہ سال کے اندر حالات ایسے پیدا ہوجائیں گے کہ ان نوجوانوں کی قربانیاں ساری جماعتی ضرورتوں کو سنبھال لیں گی۔ پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ نصیحت آپ کے لئے کافی ہوگی۔

ایک بات میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جو تنبیہ میں نے کی تھی اس کا جماعت کے بہت سے مخلصین پر بہت اچھا اثر پڑا ہے۔ کئی ایسے مخلص جن کو خدا نے بہت اموال سے نوازا تھا اور اس معاملہ میں غفلت کر رہے تھے اس خطبہ کے اثر سے انہوں نے مجھے یقین دلایا اور ایسے عزم صمیم کے ساتھ یقین دلایا کہ مجھے ایک ذرّہ بھی شک نہیں کہ جو بات انہوں نے کہی اس پر پورا اُتریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جو کوتاہیاں ہم سے ماضی میں ہوگئیں ہم ان کو دفن کرتے ہیں اور آئندہ اپنا معاملہ اللہ سے صاف رکھیں گے ان میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کمانے والے تاجر ہیں اور تاجر کے

لئے یہ مشکل ہے کہ اپنا حساب الگ رکھے کیونکہ نفس ان تاجروں کو دھوکا دیتا ہے اور وہ صرف وہ خرچ اپنا سمجھتے ہیں جو تجارت میں سے نکال لیتے ہیں مگر جن صاحب کی میں بات کر رہا ہوں وہ اس پہلو سے مجھے یقین نہیں دلا رہے تھے، انہوں نے یہ یقین دلایا ہے کہ تجارت میں جتنا بھی فائدہ ہوگا اس فائدے میں سے سب سے پہلے اللہ کا حق نکالوں گا اور اس کے بعد جو بچتا ہے تو پھر خدا مجھے توفیق دے تو جس طرح چاہوں خرچ کروں۔ تو یہ فرق ہے۔ بہت نمایاں پیش نظر رکھنے والا فرق ہے کہ اللہ کا حق اس منافع میں سے نکالنا چاہئے جو تجارتی منافع ہو۔ جو بقیہ ہے اس کو پھر تجارت میں خرچ کریں اور پھر دیکھیں کہ اللہ اس میں پہلے سے بہت زیادہ برکت ڈالے گا۔ یہ جو بدظنی ہے اللہ تعالیٰ پر یہ بڑا نقصان پہنچاتی ہے۔ لوگ ڈرتے ہیں کہ تجارت میں سے اگر ہم نے وہ خرچ جو ہم نکالتے ہیں اسی کو منافع نہ سمجھا تو ہماری تجارتیں ڈوب جائیں گی اور سچے منافع میں سے روپیہ نکالنے میں سمجھتے ہیں بڑا نقصان پہنچے گا حالانکہ نہ نکالنے کا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا زیادہ عطا کرتا ہے کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کی تفصیل میں جانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ میں صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس نئے زاویہ سے بھی اپنی تجارتوں کا جائزہ لیں اور دوسرے کمائیاں کرنے والوں پر بھی یہ بات صادق آنی چاہئے۔ ایسے لوگ جو اس تنبیہ پر واپس لوٹے ہیں ان سے میری محبت ایک بے اختیار چیز ہے۔ ناممکن ہے کہ میرا دل ان کی محبت میں نہ اچھلے جب کہ اللہ ان لوگوں کی محبت میں ایسی مثالیں دیتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ابوہریرہؓ سے مسلم کتاب التوبۃ میں مروی ہے۔ اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں مگر میں نے یہ اس وقت چُنی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بتایا کہ:

> ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے سے اس حسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔''

تو پہلا جو میں نے ذکر کیا ہے ایسے لوگوں کا جو خدا پر بدظن ہیں اس کے مقابل پر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ان سے وہ سلوک کرتا ہوں جو مجھ سے ظن رکھتے ہیں اگر وہ بدظن ہیں تو ان سے بدسلوک ہونا چاہئے اور یہی مضمون ہے جو میں آپ پر کھول رہا ہوں۔ اگر خدا پر

حسن ظن رکھتے ہیں تو حسن ظن رکھ کر دیکھیں تو سہی کہ اللہ تعالیٰ اس حسن ظن کے نتیجہ میں ان سے کیا حسن سلوک فرماتا ہے۔ میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔ جہاں بھی وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔'' خدا کی قسم'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقرہ ہے۔

''خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا خوش وہ شخص بھی نہیں ہوتا جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل جائے۔''

یہ ہے اللہ کی توقع آپ سے۔ اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے وہ محتاج انسان جس کی اونٹنی اس سے کھوگئی ہو جنگل بیابان ہو اور کوئی سہارا نہ ہو اور وہ اسے مل جائے۔ اللہ کو کوئی احتیاج نہیں اس کے باوجود اپنے بندوں کی توبہ سے اور ان کے واپس آنے پر اتنا راضی ہوتا ہے۔ فرمایا:

''جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔''

(صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها ۔۔۔۔ حدیث نمبر:6952)

کیا جماعت احمدیہ اپنے ربّ پر یہ حسن ظن نہ رکھے کہ خدا اس کی طرف دوڑتا ہوا چلا آئے اور آئندہ صدیاں یہی نظارہ دیکھنا چاہتی ہیں کہ جب خدا جماعت کی طرف دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہو، جب اللہ دوڑ کر آئے گا تو دنیا کی کیا مجال ہے کہ جماعت احمدیہ کو نظر انداز کر دے۔ جس طرف خدا دوڑتا ہوا جائے گا ساری کائنات اسی طرف دوڑے گی تمام دنیا کے دل اس طرف مائل کئے جائیں گے۔ ایک آندھی چل پڑے گی جماعت احمدیہ کے حق میں اور اس کی تائید میں کیونکہ آسمان سے اللہ کی توجہ اس طرف ہوگی۔ تو یہ ساری باتیں بظاہر چھوٹی چھوٹی پیسے کی باتیں تھیں جن سے بات شروع ہوئی تھی مگر اب آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہرگز محض پیسے کی بات نہیں اگلے زمانوں کی ضرورتیں ہیں جنہیں ہم نے بہرحال پورا کرنا ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے مسائل ان ضرورتوں کا حل ہیں یعنی مسائل تو ہیں مگر ان پر اگر توجہ سے غور کر کے ان کا حل تجویز کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ آئندہ زمانہ کی ضرورتوں کا حل بن جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

’’گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔‘‘

پھر فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے۔ اب یہاں دوڑ کر چلنا، چل کر آنا اور اس کو واپس پا کر خوش ہونا یہ اس مضمون کو ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہوگئی ہے۔ جو اس کی خاطر کچھ قربانی کرتا ہے اللہ اس قربانی سے بہت بڑھ کر اس سے پیار کرنے لگتا ہے۔ فرمایا:

’’جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور گناہ کے بدنتائج سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! توبہ کی علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ندامت اور پشیمانی علامت توبہ ہے۔‘‘

(الدر المنثور از جلال الدین السیوطی، تفسیر سورۃ البقرۃ زیر آیت ویسئلونك عن المحیض ۔۔)

اب ندامت اور پشیمانی تو اتنا مشکل کام ہے ہی نہیں کہ کسی بندے کے اختیار سے بڑھ کر ہو۔ ہاں یہ خطرہ ضرور ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ندامت اور پشیمانی سے وقتی طور پر انسان ایک گناہ سے رکتا ہے مگر پھر بعض دوسری انسانی کمزوریوں کی وجہ سے وہ پھر اس میں مبتلا ہو جاتا ہے یہ خطرہ ہے ورنہ ندامت اور پشیمانی کو اختیار کرنا تو کوئی مشکل کام نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’غرض قانون دو ہیں۔ ایک وہ قانون جو فرشتوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ وہ محض اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی اطاعت محض فطرتِ روشن کا ایک خاصہ ہے۔‘‘

یعنی اُن کی فطرت کو نور تو بخشا گیا ہے مگر وہ نور ایک ہی سمت میں رواں ہونے والا نور ہے جس کو بدلنے کا ان کو اختیار نہیں ہے۔

’’وہ گناہ نہیں کر سکتے مگر نیکی میں ترقی بھی نہیں کر سکتے۔‘‘

فرشتوں کے متعلق آپ کو سارے قرآن کریم میں یا احادیث میں کہیں یہ معلوم نہیں ہوگا، یہ ذکر نہیں ملے گا کہ فرشتے نیکیوں میں ترقی کر رہے ہیں۔ وہ جس نور سے بندھے ہوئے مامور ہیں وہی نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا۔ اس میں ایک ذرّہ بھی وہ اضافہ نہیں کر سکتے۔

’’دوسرا قانون وہ ہے جو انسانوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ انسانوں کی فطرت میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ گناہ کر سکتے ہیں مگر نیکی میں ترقی بھی کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں فطرتی قانون غیر متبدل ہیں اور جیسا کہ فرشتہ انسان نہیں بن سکتا ایسا ہی انسان بھی فرشتہ نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں قانون بدل نہیں سکتے، ازلی اور اٹل ہیں اس لئے آسمان کا قانون زمین پر نہیں آ سکتا اور نہ زمین کا قانون فرشتوں کے متعلق ہوسکتا ہے۔ انسانی خطا کاریاں اگر توبہ کے ساتھ ختم ہوں، تو وہ انسان کو فرشتوں سے بہت اچھا بنا سکتی ہیں کیونکہ فرشتوں میں ترقی کا مادہ نہیں۔ انسان کے گناہ توبہ سے بخشے جاتے ہیں اور حکمت الٰہی نے بعض افراد میں سلسلہ خطا کاریوں کا باقی رکھا ہے۔‘‘

یہ وہی مضمون ہے جس کے متعلق میں نے پہلے تنبیہ کی تھی کہ خوف یہ ہے کہ توبہ تو کرلو اور پھر اسی گناہ میں یا اس سے ملتے جلتے یا کسی اور گناہ میں مبتلا ہو جاؤ۔ فرمایا: ’’اور حکمت الٰہی نے بعض افراد میں‘‘ اور اس میں ’’بعض افراد‘‘ خاص طور پر پیش نظر رہنے چاہئیں۔ بعض افراد تو ایسے ہوتے ہیں کہ عزم صمیم کے ساتھ جب ایک دفعہ توبہ کر لیں تو پھر پہلے گناہوں کی طرف منہ کبھی نہیں کرتے مگر بکثرت میں جانتا ہوں ایسے انسان موجود ہیں جو توبہ تو سچی کرتے ہیں ندامت و پشیمانی میں تو کوئی شک نہیں مگر بعض عناصر کی وجہ سے جو بعض دفعہ وراثتاً ان کو ملتے ہیں، بعض دفعہ بیماریوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں، بعض دفعہ بعض گناہوں کا عادی ہو جانے کے بعد ان عادتوں کو چھوڑنا ان کے لئے ممکن نہیں رہتا۔ ان سب کا ذکر ہے جو اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔

’’حکمت الٰہی نے بعض افراد میں سلسلہ خطا کاریوں کا باقی رکھا ہے تا وہ گناہ کر کے اپنی کمزوری پر اطلاع پاویں۔‘‘

جب گناہ سرزد ہو ندامت اور پشیمانی دوبارہ آ جائے ایسا گناہ جس میں ندامت اور پشیمانی نہ ہو وہ گناہ تو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے اس کا ذکر نہیں چل رہا۔ فرمایا کہ جب گناہ میں دوبارہ مبتلا ہوتے ہیں

اسی وقت اپنی کمزوری پر اطلاع پا جاتے ہیں کہ ہم کیسے عاجز اور کمزور بندے ہیں اور جب تک ان کمزوریوں کو دور نہیں کریں گے جن کی بنا پر یہ گناہ سرزد ہوتا ہے اس وقت تک ہم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی توقع رکھ سکتے ہیں مگر یقین نہیں کر سکتے کہ ہمیں بخشا جائے گا۔ یہ احساس پیدا ہوتا ہے۔

”یہی قانون ہے جو انسان کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسی کو انسانوں کی فطرت چاہتی ہے۔ سہو ونسیان انسانی فطرت کا خاصہ ہے، فرشتہ کا خاصہ نہیں۔ پھر وہ قانون جو فرشتوں کے متعلق ہے انسانوں میں کیونکر نافذ ہو سکے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ:36)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ انسان کی فطرت میں اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ یہ عیب بھی ہے کہ اس سے بوجہ اپنی کمزوری کے گناہ اور قصور صادر ہو جاتا ہے اور وہ قادر مطلق جس نے انسانی فطرت کو بنایا ہے اس نے اس غرض سے گناہ کا مادہ اس میں نہیں رکھا کہ تا ہمیشہ کے عذاب میں اس کو ڈال دے بلکہ اس لئے رکھا ہے کہ جو گناہ بخشنے کا خُلق اس میں موجود ہے اس کے ظاہر کرنے کے لئے ایک موقع نکالا جائے۔“

اب جو گناہ بخشنے کا خلق اللہ تعالیٰ میں موجود ہے اس کے ظاہر کرنے کا ایک موقع نکالا جائے۔ یہ مضمون ایسا الجھا ہوا ہے کہ اس کے اوپر آریوں کے ساتھ اور دیگر مذاہب کے سرکردہ سربراہوں کے خلاف جنہوں نے اسلام پر حملے کئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت کچھ لکھا اور ایک باقاعدہ جہاد ان کے خلاف شروع کیا اور ساری عمر جاری رکھا اور یہ مسئلہ ایسا ہے جس کو یہاں کھولنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کا اگر گناہ بخشنے کا خلق نہ ہوتا تو پھر آریوں کی یہ بات درست تھی کہ اللہ بخش ہی نہیں سکتا اور عیسائیوں کا یہ خیال بھی درست ثابت ہوتا کہ اللہ بخش نہیں سکتا۔ اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یہ اصرار فرماتے رہے کہ اللہ بخشنے پر قادر ہی نہیں بلکہ بخشنا اس کا خُلق ہے اور یاد رہے کہ یہ خلق اگر خدا کا نہ ہوتا تو بندوں میں خدا کی صفات کیسے ودیعت ہوتیں۔ اگر بندہ بخش سکتا ہے تو اس کے بخشنے کی صفت آئی کہاں سے ہے؟ اور یہ ظاہر بات ہے کہ بندہ بخش سکتا ہے۔ ساری دنیا میں ایک عام تجربہ ہے کہ انسان جس کو بخشنا چاہے بخش

سکتا ہے بلکہ بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ نرمی بھی دکھا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اندر ضرورت سے زیادہ کوئی صفت بھی موجود نہیں اور انسان اپنی کمزوری کی وجہ سے بخشنے میں ضرورت سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو یہ بخشش اس کو ملی کہاں سے ہے؟ اس کی فطرت میں کیسے ودیعت ہوئی ؟ اگر خالق کی فطرت میں نہیں تھی تو بندے کو بخشنے کی استطاعت ہونی ہی نہیں چاہئے تھی۔ یہ مضبوط دلیل تھی جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی مدافعانہ تلوار کے طور پر نیام سے ننگا کیا اور تمام عمر اسلام کے دشمنوں کو اسی تلوار سے کاٹا ہے۔ بخشش لازماً خدا کی صفت ہے ورنہ بندے کو عطا نہیں ہو سکتی تھی۔ ''جو گناہ بخشنے کا خُلق اس میں موجود ہے'' خلق یہ ہے۔ ''اس کے ظاہر کرنے کے لئے ایک موقع نکالا جائے۔'' اب سوال یہ ہے کہ اسے ظاہر کرنے کے لئے موقع کیوں نکالا جائے۔ اس لئے بندوں کو گنہگار کیا جائے تا کہ یہ خلق ظاہر ہو؟ یہ بھی ایک الگ مسئلہ ہے۔ دراصل جو خلق ہے یہ ایک طبعی صفت ہوا کرتی ہے جو از خود پھوٹتی ہے۔ جیسے پھول کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا پھوٹنا ایک طبعی امر تھا لیکن یہ جو فرمایا کہ اس کے ظاہر کرنے کا ایک موقع نکالا جائے یہ اس لئے کہ بندہ جو گناہ کر سکتا ہے اللہ نہیں کر سکتا، اس کے گناہ کو بخشنے کی خاطر خدا کا یہ خلق بطور خاص ظاہر ہو اور موقع یہ ہو کہ جب انسان گناہ میں مبتلا ہو کر دیکھے کہ میرے خدا نے مجھے بخشا ہے تو اس کے اندر جو بخشش کا جذبہ ہے وہ اور زیادہ چمکے۔ یہ مقصد ہے جس کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا:

''گناہ بے شک ایک زہر ہے مگر توبہ اور استغفار کی آگ اس کو تریاق بنا دیتی ہے۔''

اب جتنے زہر ہیں انہی سے تریاق بنتے ہیں۔ ان کو جب طبیب آگ میں جلاتا ہے تو اس کا زہریلا مادہ مرجاتا ہے اور اس کے اندر سے ایک نئی صفت ظاہر ہوتی ہے جو اسی زہر کا تریاق بن جاتی ہے۔

''پس یہی گناہ توبہ اور پشیمانی کے بعد ترقیات کا موجب ہو جاتا ہے۔ (اب جس کے اندر یہ گناہ تریاق بن چکا ہو اسی تریاق سے وہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے) توبہ اور پشیمانی کے بعد ترقیات کا موجب ہو جاتا ہے اور اس جڑ کو انسان کے اندر سے کھو دیتا ہے کہ وہ کچھ چیز ہے۔''

''کھو دیتا ہے'' کا لفظ کچھ غور طلب ہے مگر مراد اس سے یہی ہے کہ اس جڑ کا کوئی نام ونشان بھی نہیں رہنے دیتا۔ کھو دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کا کچھ بھی باقی نہیں رکھتا۔ وہ کون سی جڑ ہے عجب اور تکبر کی جڑ جیسا کہ فرمایا:

''کہ وہ کچھ چیز ہے اور عجب اور تکبر اور خود نمائی کی عادتوں کا استیصال کرتا ہے۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ:415)

تو یہ حکمت ہے خدا تعالیٰ کی بخشش کی اور گناہوں کے بار بار پیدا ہونے اور بار بار ان کو جڑوں سے اکھیڑنے کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''تم خدا سے صلح کر لو۔ وہ نہایت درجہ کریم ہے ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے۔''

بہت ہی عظیم خوشخبری ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم عاجز بندوں کو دے رہے ہیں۔ جو قرآن اور احادیث میں جو معرفتیں بیان ہوئی ہیں ان کا خلاصہ ہے۔ ''ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے۔'' گداز کرنے والی توبہ کیا چیز ہے؟ گداز کرنے والی توبہ سے مراد ہے جو پگھلا دے۔ دل میں ایسی ندامت کی آگ بھڑک اٹھے کہ اس کے اثر سے سب گناہ پگھل جائیں اور ان کی کوئی بھی حیثیت باقی نہ رہے۔ یہ ایسے موقعے آسکتے ہیں انسانی زندگی پر۔ صرف ہمیں دعا یہ کرنی چاہئے کہ ہمارے مرنے سے پہلے پہلے یہ موقع نصیب ہو جائے۔ ستر برس کے گناہ بخشنے میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے کہ ساری عمر بھی اگر تم گناہ کرتے رہو اور سچی توبہ نصیب نہ ہو تو موت سے پہلے ممکن ہے اور موت سے پہلے ممکن تب ہی ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ مارنا اُسی نے ہے۔ وہ مارے نہیں جب تک کہ انسان کو سچی توبہ کی توفیق عطا نہ فرما دے۔ یہ وہ خوشخبری بھی ہے اور تنبیہ بھی ہے جس کو ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ایسا اگر ہو جائے، وہ لمحہ مرنے سے پہلے نصیب ہو جائے کہ ستر برس کے گناہوں کو جو پگھلا کر خاک بنا دے، خاکستر کر دے تو اس سے بہتر اور کون سی خوش نصیبی ہے جو انسان کو عطا ہو سکے۔

''اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی۔ (یہ خیال جھوٹا، بے کار، بے معنی ہے کہ توبہ منظور نہیں ہوتی) یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔''

اگر توبہ منظور نہیں ہوتی تو گویا یہ مطلب بنا کہ انسانی اعمال ہی بے داغ ہیں اور اپنے اعمال کے زور سے وہ بچ سکتا ہے۔ دیکھیں چھوٹی سی بات میں کتنی گہری حکمت کی بات مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں۔

''یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے، نہ اعمال۔''

''ہمیشہ فضل بچاتا ہے، نہ اعمال'' یہ اس سارے مضمون کی جان ہے اور یہی وہ مرکزی نکتہ ہے جس کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہمیشہ بیان فرماتے رہے اپنے متعلق بھی یہی فرمایا کہ مجھے بھی فضل ہی بچائے گا اعمال نہیں بچا سکتے۔

''اے خدائے کریم و رحیم! ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین۔''

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ:174)

اب جو تھوڑا سا وقت باقی ہے اس میں میں ایک ایسی بات کہنی چاہتا ہوں جو بظاہر تأسف پیدا کرنے والی بات ہے مگر میں جماعت کو تنبیہ کرتا ہوں کہ جب تک اس مضمون کو میں آخر تک کھول کر وضاحت سے بیان نہ کر دوں وہ کوئی جلدی میں ایسا نتیجہ نہ نکالیں کہ جس سے وہ سمجھیں کہ اوہو یہ تو بہت فکر والی اور تأسف والی بات ہے جو آج ہمارے سامنے بیان کی جا رہی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہرگز اس میں تأسف کی کوئی بات نہیں ہے۔ آخر تک جب میں پہنچوں گا تو آپ حیران ہوں گے کہ یہ خوشخبری ہے اور بہت بڑی خوشخبری ہے لیکن اس خوشخبری کو بیان کرنے کا موقع کیوں پیش آیا؟ یہ ساری وضاحت میں آپ کے سامنے رکھوں گا اور اللہ تعالیٰ کی یہ مجھ پر امانت ہے جو مجھے بہرحال ادا کرنی ہے اور جماعت کی بھی امانت ہے جو مجھے بہرحال ادا کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی امانت خصوصیت سے اس لئے کہ جماعت پر جب میں بات واضح کروں گا تو یہ بات کھل جائے گی کہ ان کے دل میں یہ بدظنی پیدا ہو سکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میری انتہائی دردانگیز اور عاجزانہ دعاؤں کو بالکل نہیں سنا اور اس کے برعکس نتیجہ پیدا کر دیا۔ جب میں بات کھولوں گا اس سے پہلے اپنے اظہار ہمدردی کو سنبھال کر رکھیں۔ جب بات کھل جائے گی تو آپ حیران ہوں گے کہ بالکل برعکس معاملہ ہے اور مجھے بہرحال یہ مضمون جو میرے لئے بیان کرنا جذباتی لحاظ سے مشکل ہے، بیان کرنا ہے کیونکہ یہ میری ذمہ داری ہے۔

عزیزہ طوبیٰ جو میری چھوٹی بچی ہے اس کی شادی طلاق پر منتج ہوئی ہے اور یہ طلاق آخری صورتوں میں مکمل ہو چکی ہے۔اب اس بات پر اظہار ہمدردی ہوسکتا ہے مگر انتظار فرمائیں تو آپ مبارکباد دیں گے نہ کہ ہمدردی کا اظہار کریں گے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی بنی ہے آج کے خطبہ میں بیان کرنے کی کیونکہ چہ میگوئیاں ہورہی ہیں اور یہ بات اگر چہ میری طرف سے اعلان نہیں ہوا مگر پھیلتی چلی گئی ہے کہ اس بچی کو طلاق ہوگئی ہے اس کے نتیجہ میں وہ دبے لفظوں میں ہمدردی کا اظہار کررہے ہیں جو مجھے تکلیف دیتا ہے اور اس لئے تکلیف دیتا ہے کہ غلط ہمدردی ہے اور خطرہ یہ ہے کہ جلسہ پر آنے والے بہت سے لوگ مرد، خصوصاً عورتیں میری اس بچی پر رحم کی نظر ڈالیں گی جن کی اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ان کی رحم کی نظریں بجائے فائدہ پہنچانے کے اس کو تکلیف دیں گی اس لئے اپنے اس رحم کو سنبھال کر رکھیں اللہ کا رحم بہت کافی ہے جو ہو چکا ہے اور اس پر ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری طرح راضی ہیں۔

اب اس وضاحت کے بعد میں آپ کے سامنے یہ بات کھولتا ہوں کہ اس سے پہلے میری جتنی بچیوں کی بھی شادیاں ہوئی ہیں آپ اس وقت ویڈیوز اگر دیکھیں جو میرے پاس موجود ہیں تو آپ حیران ہوں گے کہ میں نے بہت ہنستے کھیلتے ہوئے خوشی سے ان کو رخصت کیا تھا،غم کا کوئی اثر نہیں تھا۔ مائیں روتی ہیں بچی کی جدائی پر مگر یہ موقع خوشی کا موقع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آئندہ زندگی کی خوشیوں کے بہت اچھے سامان پیدا کر دیئے اس لئے رونے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔اِس شادی کی جو تصویریں دنیا میں پھیلی ہیں اُس میں جماعت نے اس وقت بھی محسوس کیا اور بعد میں بھی مجھے لکھتے رہے لیکن ان کے لئے یہ بات معمہ بنی رہی کہ کیوں ایسا ہوا کہ میں نے اس موقع پر بہت ہی دردناک صورت اختیار کئے رکھی،اتنی کہ اپنے غم کو برداشت کرنا اور سنبھالنا بعض دفعہ میرے قابو میں نہیں رہتا تھا اس لئے میں کوشش کر رہا تھا کہ زیادہ بات بھی نہ کروں تا کہ دل کا غم پھوٹ نہ پڑے۔اس کو رخصت کرنے میں غم کیا تھا؟ غم اس بات کا تھا کہ شروع سے جب یہ رشتہ تجویز ہوا تھا ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے اس رشتہ کی کامیابی پر یقین نہیں تھا بلکہ برعکس یقین تھا کہ ناممکن ہے کہ یہ رشتہ کامیاب ہو۔ وہ وجوہات جن کی وجہ سے مجھے یقین تھا ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسی رؤیا تھیں،بعض کشوف بھی تھے جن سے مجھے یقین ہو چکا تھا کہ یہ رشتہ مناسب ہے ہی نہیں۔پھر یہ رشتہ کیوں کیا گیا

یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کیا گیا کہ اس بچی پر تمام دنیا سے جس خاندان میں یہ رشتہ ہوا ہے ان لوگوں نے براہ راست اثرات ڈالے اور اتنا زیادہ اس کو یقین دلایا کہ تمہارے لئے یہی ایک موقع ہے جو اس رشتہ کے نتیجہ میں تم خاندان میں آسکتی ہو ورنہ تمہیں خاندان کا کوئی رشتہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ اب اس بچی کے دل میں یہ طبعی خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان میں ہی میں بیاہی جاؤں اور یہ جو دباؤ تھے اس کی وجہ سے ایک لمبا عرصہ سخت کرب میں مبتلا رہی۔ آدھی آدھی رات کو مجھے اٹھ کے جگاتی تھی کہ میں کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔ خواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی تھی لیکن اس کے باوجود سمجھتی تھی کہ جو کچھ میرے سامنے بیان کیا جارہا ہے گویا میرا مستقبل اب یہی ہے، میں کسی اور جگہ جا نہیں سکتی اور اتنا زیادہ یقین دلایا گیا تھا کہ ہم سب اس بات کے ضامن ہیں کہ تم خوش رہو گی، اپنا گھر بنا کے رکھو گی، گھر میں راج کرو گی کہ ان باتوں نے اس کو بہت زیادہ اس رشتے کی طرف مائل کر دیا اور میرے لئے ایک روک تھی باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر قطعیت کے ساتھ یہ بات گاڑ دی گئی تھی پہلے دن سے ہی کہ یہ رشتہ ہرگز اس بچی کے لئے مناسب نہیں ہے پھر بھی میں کیوں آخر مانا۔ یہ ایک غلطی تھی اور اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور یہی غلطی تھی جس کے نتیجہ میں پھر وہ دعائیں قبول نہیں ہوئیں جن کو بظاہر قبول ہونا چاہئے تھا۔ جب اللہ تعالیٰ خود خبر دے چکا ہو کہ یہ مناسب نہیں ہے ہرگز نہ کرو اور طبعی طور پر دل میں بھی مسلسل تردّد ہو اُس کے بعد میرا اِس کو اُس گھر میں رخصت کرنا ایک بنیادی غلطی تھی جس کی طبعی سزا خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنی تھی اور وہ جو دعائیں قبول نہیں ہوئیں ان کی بنیادی یہ وجہ ہے کہ اللہ کی تقدیر میں مناسب ہی نہیں تھا تو غیر مناسب دعائیں کیسے قبول کرتا۔ اب یہ مسئلہ بھی آپ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ بعض دفعہ دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا قبول ہونا مناسب نہیں ہوتا خواہ کتنے درد اور گریہ وزاری سے آپ دعائیں کریں وہ کوڑی کا بھی اثر نہیں دکھائیں گی۔ اگر اللہ آپ کا ہمدرد ہے تو فیصلہ وہی فرمائے گا جو آپ کے لئے بہتر ہے۔

تو یہ سارا جھگڑا تھا جس کا کھولنا جماعت پر ضروری تھا ورنہ اس وقت کی آپ ویڈیو دیکھیں جو کئیوں کے پاس محفوظ ہو گی تو ایک عجیب سا نظارہ دکھائی دے رہا ہے۔ ساری دنیا مجھے اس وقت لکھ رہی تھی کہ یہ شادی Unique ہے یعنی جب سے دنیا بنی ہے جب تک دنیا رہے گی ایسی شادی دوبارہ

نہیں ہوسکتی اور اس بات میں Unique کہنے میں ان کی وجہ یہ تھی کہ جس درد کے ساتھ، دعاؤں کے ساتھ اور نغمات کے ساتھ میں نے اس کو رخصت کیا اس نے ایک عجیب سماں بنا دیا تھا۔ ایسا سماں بنا دیا تھا جس سے جماعت بے انتہا متاثر تھی لیکن حقیقت حال نہیں جانتی تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے میں اس لئے رو رہا ہوں، اس لئے میرا دل قابو سے نکلا جا رہا ہے کہ میری بچی رخصت ہو رہی ہے اور دوسرے ملک میں جا رہی ہے۔ ایک ذرّہ بھی اس کا سچا نہیں ہے۔ جہاں مرضی جاتی اگر خدا کی طرف سے مجھے یقین ہوتا کہ یہ رشتہ اچھا ہے تو ناممکن تھا کہ میں اس کرب و بلا کا اظہار کرتا جو مجھ سے ہوا۔

پس ان نغمات نے جو تاثر پیدا کیا اس کی وجہ سے سب دنیا سے خط آ رہے تھے اور جب یہ بھنک سی پھیلی ہے پھر اس کا ذکر بند ہو گیا مگر وہ ویڈیوز لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔ بڑا عجیب نظارہ ہے، بچیاں خوشی سے گیت گا رہی ہیں اور ان گیتوں سے خوش ہونے کی بجائے میں اور زیادہ رنجیدہ ہوتا چلا جا رہا ہوں اور پھر خصوصیت سے جو میرا دعائیہ کلام تھا اس نے لوگوں پر بہت اثر کیا۔ اس دعائیہ کلام میں میں نے دعا دی کہ تم اس گھر میں راج کرتی تھی اس گھر میں بھی راج کرو، ان کی بھی رانی بنی رہو جیسے اس گھر کی رانی تھی۔ میں نے اس میں کہا، اے آصفہ کی جان خدا حافظ و ناصر۔ تو اس کی میں نے مرحوم ماں کا حوالہ دے کر سوچا کہ شاید اس طرح اللہ تعالیٰ رحم فرما دے لیکن یہ کوئی حوالے کام نہیں آئے، نہ آنے چاہئے تھے کیونکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے خدا کے نزدیک یہ غلط بات ہو رہی تھی اس لئے جو مرضی میں حوالے دیتا، جتنی دردناک نظمیں لکھتا ان کا کوڑی کا بھی اثر نہیں پڑنا تھا۔ تو وہ نظم اپنی جگہ آپ بے شک سنیں لیکن اس نتیجہ کو یاد رکھیں کہ اس نظم میں جن اُمیدوں کا اظہار کیا گیا تھا وہ کسی بات پر مبنی نہیں تھیں۔ اگر وہ اللہ کی طرف سے خوشخبریوں پر مبنی ہوتیں تو لازماً پوری ہونی تھیں۔ وہ خوشخبریوں پر مبنی نہیں تھیں اس لئے نہیں پورا ہونا تھا۔ اس لئے پہلے دن سے لے کر آخر تک، حیرت انگیز بات ہے رخصت کے وقت تک میں اس خاندان کی منتیں کرتا رہا کہ خدا کے لئے اس بچی کو نہ مانگو کیونکہ میرے دل میں اللہ نے یقین ڈال دیا ہے کہ یہ رشتہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ فائلیں بھری پڑی ہیں میرے پاس۔ سب سے پہلے جب (رشتہ) تجویز ہوا تو میں نے منت کی کہ خدا کے لئے اس بچی کو نہ لے کے جاؤ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ناممکن ہے کہ یہ کامیاب ہو تو کیوں اس بیچاری کو خراب کرتے ہو۔ وہ یہی اصرار کرتے رہے بلکہ مجھ پر جو دباؤ ڈالا جا رہا تھا وہ

خط و کتابت کے ذریعہ صرف پاکستان سے نہیں بلکہ دنیا بھر میں ان کے جتنے رشتہ دار ہیں وہ سارے مسلسل مجھے آخر وقت تک یقین دلانے کی کوشش کرتے رہے۔ کیوں کر رہے تھے؟ ظاہر بات ہے کہ ان کو پتا تھا کہ میں ہرگز اس کا قائل نہیں ہوں اور ادھر بچی پر یہ اثر ڈالا جا رہا تھا۔ یہ وجوہات تھیں کہ جس کی وجہ سے مجھے دعاؤں کے ساتھ اس کو رخصت کرنے کی توفیق بھی ملی لیکن یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ تقدیر ظاہر فرما چکا ہو تو ہرگز اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کرو گے تو اس کی سزا پاؤ گے۔

اس پس منظر میں اس بچی کا خیر و عافیت سے واپس گھر آ جانا یہ خوش خبری ہے یا بدخبر ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا ایسا انتظام کرنا کہ اس کو کسی ایسے بندھن میں نہیں باندھ دیا مثلاً بچہ بھی ہو سکتا تھا جس کے نتیجے میں اس کی باقی زندگی بے کار گزرتی۔ تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ وہ دعائیں جو تھیں ان کو اس رنگ میں اللہ نے قبول فرما لیا کہ اس کے بداثرات سے بچی کو بھی محفوظ رکھا اور مجھے بھی محفوظ رکھا حالانکہ یہ میری غلطی تھی۔ تو اب آپ لوگ بے شک پرانی کیسٹ دیکھ لیں تب آپ کو سمجھ آئے گی کہ وہ ہو کیا رہا تھا۔ ان دعاؤں میں عاجزی تو تھی مگر جان نہیں تھی۔ ہو کیسے سکتی تھی؟ میں نے بہت اونچی اونچی توقعات کے اظہار کئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ سارے ان توقعات کو پورا کرنے میں عمداً ناکام رہے۔ نیتوں کا حال اللہ جانتا ہے مگر مجھے اتنا پتا ہے کہ اس ماں نے جس نے یہ رشتہ مانگا تھا، اس خالہ نے جس نے لمبے لمبے خط لکھے اور یقین دلایا کہ آپ بالکل بے فکر ہو جائیں یہ اپنا گھر ہو گا اس کا، اس پر راج کرے گی۔ ان باتوں کا یقین کر لینا میری کمزوری تھی، یقین دلانے والوں کی نیت پہ میں حملہ نہیں کرتا۔ اس لئے جماعت کو یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ان سے بے شک عام تعلقات میں اسی طرح سلوک کریں جیسے پہلے ہوا کرتے تھے کیونکہ اگر یہ جرم قرار دیا جائے جس کے نتیجہ میں ان کو سزا ملنی چاہئے اور جماعت کو ان سے رخ پھیرنا چاہئے تو اس کا مطلب ہے کہ نیتوں پر حملہ ہے۔ اس لئے نیتوں پر میں کوئی حملہ نہیں کر رہا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ نیتوں کا حال اسی پر روشن ہے اور وہ اگر چاہے تو بدنیتوں کے باوجود معاف فرما سکتا ہے۔ اس لئے میری التجا تو یہی ہے اور یہی جماعت سے بھی میری درخواست ہے کہ ان لوگوں کے لئے بھی مغفرت ہی کی دعا کریں۔ ابھی جو مضمون گزرا ہے وہ مغفرت ہی کا تو مضمون تھا۔ تو اگر وہ مضمون ہم سمجھ نہ سکیں اور اپنے معاملات میں اس کا اطلاق نہ کریں تو پھر

اللہ تعالیٰ سے بہتر مغفرت کی توقع بھی نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے جذبات پر قابو رکھیں اور مغفرت کا سلوک کریں۔

اور آنے والے جتنے بھی جلسہ پر ہیں اب وہ اس کے بعد، اس نصیحت کو خاص طور پر پیش نظر رکھیں کہ ہرگز ایسی چہ میگوئیاں نہ کریں جن کے نتیجے میں جگہ جگہ جواب دینے پڑ رہے ہوں۔ میں ابھی سے بات کھول رہا ہوں اور عورتوں کی جو عادت ہے اس سے میں ڈر رہا ہوں۔ عورتوں میں یہ بُری عادت ہے کہ ہائے بے چاری وہ دیکھو طوبیٰ بیٹھی ہوئی ہے، ہائے اس بیچاری کی شادی کامیاب نہیں ہوئی۔ نہیں ہوئی تو بیچاری کیا؟ اللہ کا فضل ہے جو نہیں ہوئی کیونکہ ہو سکتی نہیں تھی اور تمہارے رحم کی نہ صرف یہ کہ ضرورت نہیں بلکہ اس سے بچی کو تکلیف پہنچے گی۔ جب بھی کسی نظر کو دیکھے گی کہ وہ یوں دیکھ رہی ہے او ہو یہ تو وہی ہے تو اتنا اس کا دل گھبرائے گا۔ تو اگر آپ واقعۃً مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور اس بچی سے پیار رکھتے ہیں تو اس بات کو ایسے دل سے نکال دیں جیسے کوئی واقعہ ہی نہیں گزرا۔ اس کو آزادی سے جلسہ منانے دیں، کھیلنے کودنے دیں، جہاں چاہے جائے، جہاں چاہے پھرے جماعتی نظام کے تابع اور اس کو اس طرح نظر انداز کر دیں جیسے کوئی واقعہ ہے ہی نہیں۔ بالکل تعجب کی کوئی نگاہ بھی اس پہ نہ ڈالیں اس سے بڑا احسان آپ لوگ نہیں کر سکتے۔ تو یہ وجہ بھی تھی کہ میں نے سوچا تھا کہ جلسہ سے پہلے یہ جماعت پر خوب وضاحت کر دوں کیونکہ اب وہ دن آ رہے ہیں جن میں لوگوں نے جگہ جگہ سے آنا ہے، طرح طرح کی عورتیں آئیں گی جو اپنی عادات سے مجبور ہیں۔ تو ان کو میں کہہ رہا ہوں اس عادت کا قلع قمع کریں۔ یہ ویسے بھی اچھی عادت نہیں ہے۔ ہمارے ملک کی عورتوں میں گندی عادت ہے کہ کسی کو کوئی بیماری لاحق ہو تو اس کو بھی اتنا بڑھا چڑھا کر دیکھتی اور بیان کرتی ہیں کہ وہ اگر بیمار نہیں بھی تھا تو ان کی بار بار کی تجویز سے کہ یہ بیماری ہو گئی ہو گی، بعض دفعہ بیماری بن بھی جاتی ہے کیونکہ ہپناٹک (Hypnotic) اثر ہوتا ہے جس کو ہپناٹزم کہا جاتا ہے۔ تو عورتوں میں یہ بیماری عام ہے۔ یہ صرف اس شادی کی بات نہیں ہے، ہر معاملے میں بے وجہ دخل دیتی ہیں اور سقراط حکیم بن جاتی ہیں۔ مشورے بھی بے شمار جو غلط اور بیماری کا سمجھنا بھی غلط اور غلط سمجھنے کی وجہ سے جب وہ بار بار اسی کا ذکر کرتی ہیں تو ایسے لوگ جو فطرتی طور پر نسبتاً کمزور ہوں ان پر ان کا اثر پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ میرے تجربہ میں ہے اور ہومیو پیتھک کتابوں میں بھی ہمارے بکثرت یہ بات لکھی ہوئی ہے

کہ Suggestion کو اگر Repeat کیا جائے، بار بار ایک بات کو اصرار کے ساتھ کہا جائے تو انسانی فطرت اس سے متاثر ہو کر اپنے دفاع کی طاقت کھو دیتی ہے اور واقعۃً بہت گہری بیماریاں اس کے نتیجے میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو یہ جو میں اس وقت جماعت کو سمجھا رہا ہوں عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ، اس معاملہ کا صرف اس بچی سے تعلق نہیں ایک ایسی عادت سے تعلق ہے جس کا دُنیا کو بہت نقصان پہنچ چکا ہے اور آئندہ بھی اگر عورتوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو یہ نقصان پہنچے گا۔ تو اسی بہانے خدا تعالیٰ نے مجھے اس نصیحت کی بھی توفیق عطا فرما دی ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ احمدی خواتین جس جگہ کی بھی ہیں وہ اپنے دل کو اور اپنی نظروں کو سنبھال کر رکھیں گی۔ بے ضرورت لوگوں کے معاملہ میں دخل اندازی نہیں کریں گی۔ خواہ کتنا ہی دل میں جوش اٹھے وہ اپنے جوش کو دبا کے رکھیں گی۔ اپنی فکر کریں، اپنے بچوں کی فکر کریں، اپنے میاں کی فکر کریں، اپنے عزیزوں کی فکر کریں وہ آپ کا حق ہے اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ نہ کریں کیونکہ وہاں بھی اگر آپ نے ضرورت سے زیادہ فکر کیا تو اس کا نقصان پہنچے گا۔ بعض ماؤں نے اپنے بچوں کو اس وجہ سے نقصان پہنچایا ہے کہ ان کی ہمدردی کی وجہ سے ان کی بیماریوں کو بہت بڑھا چڑھا کر سمجھا اور اس بچہ پر گویا یہ ظاہر کیا کہ تم اتنے بیمار ہو۔ جب مجھے علم ہوا اور میں نے سختی سے اس بات سے روکا تو آپ حیران ہوں گے کہ وہ بچے بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گئے، بد اثر سے باہر نکل آئے۔ تو جو باتیں میں عرض کر رہا ہوں ذاتی تجربہ کی بنا پر یقین کی وجہ سے عرض کر رہا ہوں اور اس کے بعد میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں یہ اُمید رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو میری نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور اب آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ کیوں ایک ذاتی مسئلہ کو میں نے ایک خطبہ کا موضوع بنا لیا۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انورؒ نے مزید فرمایا:

مجھے بھی آپ اپنی ہمدردیوں سے محفوظ رکھیں۔ نہ مجھے کسی خط کی ضرورت ہے اس موضوع پر، نہ ملاقات کے دوران اس طرح دیکھیں یا ایسے لفظوں میں ذکر کریں گویا آپ کو بہت صدمہ پہنچا ہے اور بہت میری ہمدردی کر رہے ہیں۔ یہ ہمدردیاں میرے لئے اذیت کا موجب ہوں گی فائدہ کا نہیں اور لغو ہوں گی کیونکہ اس کی وجہ سے میرے دل میں آپ کی محبت نہیں پیدا ہو گی بلکہ میں حیرت سے دیکھوں گا کہ آپ کو اتنی بھی عقل سمجھ نہیں ہے کہ ان باتوں کو ختم کر دینا چاہئے۔ اس لئے اگر ملاقات

کے دوران بھی کسی شخص نے اس بات کو چھیڑنے کی کوشش کی، بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے یہ دکھانے کا کہ ہم آپ کے زیادہ ہمدرد ہیں، تو اسی وقت میں ملاقات ختم کر دوں گا۔ اگلی بات کہنے کی بھی اجازت نہیں دوں گا۔ اس لئے اس آخری تنبیہ کو جو بہت ضروری تھی جو میں خطبہ میں بھول گیا تھا اب میں آپ کے سامنے کر رہا ہوں اور اُمید ہے کہ اس کے بعد اس قصّہ کو آپ کلیۃً ختم اور کالعدم سمجھیں گے۔ جزاکم اللہ۔ السلام علیکم۔